مشاہدِ حج — ترتیب و انتخاب

از حضرت علامہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم

وادیٔ ابراہیمؑ کے روح پرور مناظر

حجر اسود — منیٰ — عرفات

حجر اسود
بہشتی پتھر

بات جو گذری ہوئی ہے، اُسے کیسے چھپاؤں، روایات کی روشنی میں حجر اسود جو کچھ میرے لئے تھا اس باب میں اپنے نقطۂ نظر کا ذکر کر چکا ہوں، میرے لئے وہ نمائندگی کر رہا تھا، آدمؑ و شیثؑ، ادریسؑ و نوحؑ کے ساتھ ساتھ قوموں کے امام ابراہیم خلیل اور ان کے فرزند ذبیح علیہم السلام کے مبارک ہاتھوں کی بھی اور یقین کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اور کسی جگہ کے متعلق کچھ بھی کہا جائے لیکن بغیر کسی شک و شبہ کے کعبہ کا یہ وہی پتھر ہے، جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کے مس اور لبِ اقدس کی تقبیل کی سعادت قطعی طور پر حاصل ہوئی ہے۔ الغرض ایمان کی آنکھوں سے تو نہ پوچھئے کہ ذہن کہاں کہاں تک پہنچتا تھا، اور اڑتا ہوا دماغ کن بلندیوں کو چھو لیتا تھا، سچ تو یہ ہے کہ مخلوقات سے گزر کر خالق تک کے یمین (دستِ راست) کی تجلی اسی سیاہ پتھر سے تڑپ تڑپ کر نکل رہی تھی، اور ایمان کی آنکھ یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی لیکن اسی کے ساتھ اب کیا بتاؤں کہ پہلی دفعہ رات کی پچھلی گھڑیوں میں جب حجر اسود کے چومنے کی سعادت سے سرفرازی میسر آئی تو اس وقت میں نے کیا پایا، کوئی تشبیہ سمجھ میں نہیں آتی، کچھ ایسا معلوم ہوا کہ کوندکر کوئی بجلی تھی جو چاندی کے پتروں میں مڑھے ہوئے اس کالے پتھر کے ان ٹکڑوں سے میرے ظاہر و باطن میں جذب ہو گئی۔ ناقابلِ بیان سرور و نشاط کا ایک کیف مجہول تھا جو میرے وجود میں ہلچل مچائے ہوئے تھا، ایک حال تھا، نہیں کہہ سکتا کہ کیا حال تھا، باہر کی کوئی تاثیر تھی یا ایمانی مشاہدات کے نتائج نے ناسوتی رنگ اختیار کر لیا تھا، لیکن بات کچھ اسی رنگ میں پیش آئی ——————

لاکھوں کی اس بھیڑ میں سب سے بڑی محرومی اپنی یہ محسوس ہوتی تھی کہ براہ راست حجر اسود کی تقبیل و

لمس یعنی بوسہ دینے کی آرزو دل ہی دل میں رہی جاتی تھی، خیال آتا تھا کہ از آدمؑ تا خاتمؐ حضرات انبیاء علیہم السلام کے دست مبارک کی قائم مقامی جو پتھر کر رہا ہے، تواتر کی روشنی میں جانتا ہوں کہ ان بزرگوں کی تقبیل ولمس سے خانہ کعبہ کا یہ پتھر مشرف ہے، اس کو چومنا اور اس پر ہاتھ رکھ کر کلمہ شہادت و دعوت کے عہد و میثاق کی تجدید کی تمنا دل کو تڑپا رہی تھی۔ "ید اللہ فوق ایدیھم" کا قرآنی اشارہ حوصلہ میں اور بلندی پیدا کرتا تھا، صحیح حدیثوں میں پڑھا تھا کہ کعبہ کی دیوار کا یہ پتھر آسمان و زمین کے خالق و مالک کا یمین اور سیدھا ہاتھ ہے، اللہ اللہ! اللہ کا داہنا ہاتھ بڑھا ہوا تھا، وہی ہاتھ جو اول سے آخر تک سارے انبیاءؑ کے مبارک و مقدس ہاتھوں پر تھا۔ جی چاہتا تھا کہ اسی کے ساتھ لپٹ جاؤں، پکڑ لوں اس ہاتھ کو، کہ پھر وہ ہاتھ سے نہ چھوٹے لیکن انسانوں کا طوفان تھا جو اس پتھر کے اردگرد ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ گھسنے والے بھیڑ کو چیرتے پھاڑتے سنگ اسود تک پہنچنے کی کوششوں میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ خواجہ حافظ کی مشہور غزل کے اشعار مجسم ہو کر سامنے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کھڑے ہیں، گویا ان کے قلم نے ٹھیک اسی موقع کی تصویر کھینچی ہے۔ فرماتے ہیں:

چہ رہ بود اینکہ زد در پردہ مطرب | کہ می رقصند باہم مست و ہشیار
از این افیوں کہ ساقی در مے افگند | حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

دیکھتا تھا اور دل کہتا تھا ؎

خرد ہر چند نقد کائنات ست | چہ سنجد پیش عشق کیمیا کار

"عشق کیمیا کار" کی گرمیٔ بازار کا حال دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا تھا، نہ بڑوں کی بڑائی باقی تھی اور نہ چھوٹوں کا چھوٹا پنا، لوگ تھے کہ گرے پڑتے تھے، اور پکارنے والا پکار رہا تھا ؎

سکندر را نمی بخشند آبے | بزور و زر میسر نیست ایں کار

یہ مبالغہ نہیں واقعہ ہے، اپنی آنکھوں دیکھی بات ہے، کہ لاکھوں میں نہیں تو یقیناً ہزاروں میں چند ہی خوش قسمت تھے جو کسی نہ کسی طرح انسانی بحر مواج کو چیرتے پھاڑتے کعبہ کے اس سیاہ پتھر تک براہ راست پہنچنے میں کامیاب ہوتے تھے، دردناک منظر غریب نجدی حاجیوں کا تھا، سنگدلی میں حالانکہ انکی شہرت ہے۔ لیکن اس سیاہ رنگ کے عشق میں ہم دیکھتے تھے، کہ آج بجائے دل کے ان کے سر گویا پتھر کے بنے ہوئے تھے۔ سعودی حکومت کی پولیس کے جوان ہاتھوں میں بید لئے ہوئے حجر اسود کے گرد کھڑے ہوئے تھے، نجدی دیوانہ حاجی ہر چیز سے بے پروا ہو کر استلام[۱] کو ناکافی ٹھہراتے ہوئے حجر اسود کی تقبیل کے

---

[۱] یعنی بجائے بوسہ کے دور سے حجر اسود کی طرف اشارہ جو شرعاً کافی سمجھا جاتا ہے، نجد کی وادی والوں کے نزدیک وہ ناکافی تھا۔ ۱۲

لئے جان پر کھیل کر جب حجر اسود تک پہنچ جاتا اور بوسہ کیلئے اپنے سر کو جھکاتا کہ اچانک تڑاتڑ انتہائی بے دردی کے ساتھ نجدی پولیس کے سپاہی کی بید اس غریب کے سر پر برسنے لگتی۔ بید پہ بید سپاہی مارتا جا رہا ہے۔ لیکن پتہ چلتا تھا کہ ان کو نجدی حاجی پھول سمجھ رہا ہے۔ اور سنگ اسود کیساتھ لپٹا ہوا ہے۔

منیٰ
اسماعیلؑ کی قربان گاہ

الغرض کتابوں میں پڑھے ہوئے تاریخی مقامات یا چومتے ہوئے تھے، اب دیکھے ہوئے بنتے چلے جا رہے تھے۔ بڑھتے ہوئے سامنے قربانی کا وہ میدان (منحر) منیٰ نام والا بھی آ ہی گیا، اسی وادی میں دو باپ بیٹے ابراہیم خلیلؑ و اسماعیل ذبیحؑ دونوں اللہ کے ان راستباز مخلص بندوں نے اس دین کا پہلا سنگ بنیاد نصب کیا تھا، جس دین کے ماننے والوں کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنا سب کچھ اسی کے سپرد انہوں نے کر دیا۔ جس کا سب کچھ ہے بجز قرآنی الفاظ "اسلما وتلہ للجبین" جب دونوں باپ بیٹے مسلمان ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل ٹیک دیا۔ کا کھلا ہوا اقتضاء و مفاد ہے، اسی دن کے "اسلما" نے اس دین کو پیدا کیا جس کا نام "اسلام" ہے۔

بہرحال ہم "اسلام" سپردگی تمام "کلی تفویض" والی اس وادی میں آخر پہنچ ہی گئے۔ یہ ایک غیر آباد مقام تھا، لیکن چند دنوں کیلئے دنیا کے بڑے سے بڑے شہر کی آبادیوں سے دعویٰ ہم سری کرنے لگتا ہے۔ سنگین یک منزلہ دو منزلہ مکانوں کی دو طرفہ قطاروں کے بیچ میں اوسط درجہ کی خام سنگریزوں سے بھری ہوئی ایک سڑک نکلتی ہے۔ صحیح طور سے یاد نہیں رہا یا دیکھنے کا موقع نہ ملا کہ اس سڑک کے دو رویہ مکانوں کا جو سلسلہ ہے۔ ان کے سوا بھی دوسری سمتوں میں مکانات ہیں یا نہیں، ہمارے اونٹ اسی مرکزی سڑک میں داخل ہو گئے، شروع میں ایک ترشے ہوئے پہاڑ کے پاس جمرۃ العقبہ ملا، جمال ہمارے اونٹ کا چلانے والا جو راستہ بھر "میزان" "میزان" کی صداؤں سے کان کو بہرہ کئے ہوئے تھا یعنی ہر تھوڑی دیر بعد ہم شغدف نشینوں کو حکم دیتا کہ وزن برابر رکھو کسی ایک طرف زیادہ بار نہ ڈالو اسی جمال نے "شیطان اکبر" یا بڑے شیطان کا نعرہ مارا۔ بڑے بڑے کے ہندی لفظ کا عربی تلفظ تھا۔ شتر سوار اس کے ہندی ہیں ان کی رعایت کر کے عربی کا گویا ہندی میں ترجمہ کر رہا تھا اور اتنی ہندوستانی زبان (اردو) سے تقریباً مکہ اور مدینہ میں کاروبار کرنے والے بہرحال واقف ہوتے ہیں۔

وہ آگے بڑھا اور "شیطان اوسط" یا منجھلے شیطان کی علامت ایک مخروطی گول تودے کی شکل میں جو تھی اسی کے آس پاس کسی جگہ اونٹ کو ٹھہرا لیا۔ معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کے اترنے کی جگہ منجھلے شیطان کے پڑوس ہی میں مقرر کی گئی الجنس الی الجنس میل کی مستمر طریقے کے سوا بخت و اتفاق کے اس دلچسپ حادثہ

کی توجیہہ اور کیا کی جائے ـــــ

خیر اب جو کچھ بھی سمجھئے، اتارے گئے ہم لوگ "منجلے شیطان" کے قدموں ہی میں، دن کا آخری حصہ تھا جس طرح سب نے گزارا ہم نے بھی گزارا، کوئی خاص بات قابل ذکر پیش نہ آئی، صبح ہوئی، اونٹ موجود تھے۔ اب تلاش و جستجو کی حاجت نہ تھی، خیمہ خرگاہ سب لدگیا اور اس وادی کیطرف انسانوں کا سیلاب چل پڑا جس میں تاریخ کے نامعلوم زمانہ سے نسلِ انسانی کی غیر معمولی تعداد اکٹھی ہوتی رہی ہے۔ اور انشاءاللہ رہتی دنیا تک ہوتی رہے گی، چلے جا رہے تھے، صبح کا سہانا وقت تھا، بے آب و گیاہ، بے سنگ و چل وادی کے ان چٹیل میدانوں میں جن میں شمالاً وجنوباً و شرقاً وغرباً پست پہاڑیوں کی قطاریں پھیلی ہوئی تھیں ـــــ خیال آتا کہ یہ کتنا بڑا میلہ ہے۔؟ پھر وسوسہ ہوتا کہ دنیا میں میلوں ٹھیلوں کی کیا کمی ہے۔ قوموں کی یہ عام عادت ہے، دل جواب دیتا، دیکھنے کی بات یہ نہیں ہے کہ کتنے لوگ جمع ہوئے، بلکہ سوچنے کا مسئلہ یہ ہے کہ انسانیت کا یہ اجتماع کس کیلئے ہو رہا ہے۔؟

ناچنے، گانے بجانے، تھرکنے، پینے پلانے، کھیل کھیلنے کے مخلوط و غیر مخلوط میلوں کو تو جانے دیجئے، دین اور دھرم کی چھاپ جن میلوں اور ٹھیلوں پر لگائی جاتی ہے یا لگی ہوتی ہے۔ دین ہی کے نام پر لوگ اکٹھے ہوتے ہیں، اس باب میں ان کا حال کیا ہے۔؟ واقعہ تبا رہا ہے۔ کہ جمع ہونے والے جہاں کہیں بھی جمع ہوتے ہیں کسی مخلوق ہی کے نام پر جمع ہوتے ہیں۔ یلد اور یولد کے داغ سے کسی کا دامن پاک نہیں، الاّ یہ کہ زمین کے اس سارے کرۂ پر ایشیاء، افریقہ، یورپ و امریکہ کے بیچ میں عرفات ہی کے میدان کا میلہ وہ میلہ ہے جس میں اکٹھے ہونے والے بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ "کائنات کے خالق قدوس" اور صرف کائنات کے خالق قدوس ہی کی بزرگی اور بڑائی کے نعروں کے ساتھ اکٹھے ہوتے ہیں، اس کے قدموں پر لوٹنے کیلئے زندگی کی ساری کوتاہیوں کی تلافی کیلئے چلے آتے ہیں، ہند سے، سندھ سے، چین سے، ماچین سے، ترک سے، تاجیک سے، مراکو سے، فاوران (روس) اور افریقہ کے مغربی شمالی و جنوبی حصوں سے تیونس سے سوڈان سے مصر سے اور لیبیا سے اور کیا کیا بتایا جائے کہ کہاں کہاں سے کن کن راستوں سے عمران تمدن سے ان دور افتادہ مقامات سے بھی، جہاں اسٹیشن تک پہنچنے والے کبھی کبھی دنوں میں نہیں مہینوں میں پہنچتے ہیں، کچھ اسی قسم کے خیالات میں ڈوبے ہوئے ہم بالآخر اس "موقف اعظم" تک پہنچا ہی دیئے گئے جہاں کے وقوف اور قیام کے بغیر حج کے قالب میں حج کی روح پیدا نہیں ہوتی۔ یہی حج کا رکن اکبر ہے، جس کے بغیر کسی کا حج، حج نہیں ہوتا۔

حد نظر تک جدھر دیکھئے گردن موڑیئے خیموں کے جنگلوں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

خیمے ہی خیمے، نہ ایک درخت، نہ کوئی جھاڑی، نیچے ریت اوپر آسمان، اور زمین کی پشت پر طنابوں سے بندھے ہوئے، محتاج کی بارگاہیں۔

عرفات
محشر کا سماں

ایک طرف دن بھی پگھلتا چلا جا رہا تھا، اور اسی نسبت سے دل بھی پگھل رہے تھے، اللہ اللہ خیموں کے اندر کی چیخ وپکار، گریہ وبکا، نالہ وزار، توبہ واستغفار شاید زمین بھی کانپ رہی تھی۔ آسمان بھی تھرا رہا تھا، آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے بیگانہ ہوتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی مخلوق کو دوسری مخلوق کی خبر نہیں ہے۔ سامنے سب کے گویا صرف ان کا ارحم الراحمین، غافر الذنب، قابل التوب، الغفور الرحیم خالق کے سوا کوئی دوسرا باقی نہ رہا تھا ـــــ اپنے وجدان کے شخصی آئینے میں مجھے تو کچھ ایسا دکھائی دے رہا تھا، کہ ہر ایک کا ماضی، حال کے مرقع میں کھینچ کر ہر ایک کے سامنے گویا کھڑا ہے، خیر کے متعلق تو نہیں کہہ سکتا لیکن قرآنی آیت، یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا وما عملت من سوء۔ (ہر شخص نے جو کچھ بھلا برا کیا ہے، اس دن اس کو حاضر پائے گا۔) میں سوء (برائی) کے جس ثانوی بروز وظہور کی اطلاع دی گئی ہے۔ اس واقعہ کی ایک جھلک آج دکھائی جا رہی تھی۔ اور یوں اس حال میں یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالہم۔ (اس دن واپس ہوں گے لوگ بکھرے ہوئے تاکہ دیکھیں اپنے کرتوتوں کو) کا استقبالی نظارہ بھی جھلک رہا تھا۔ گویا یوں سمجھئے کہ ماضی حال اور حال مستقبل بنا ہوا تھا۔ تینوں زمانے ایک دوسرے میں آج مدغم اور مندمج ہو کر ایک ناقابل بیان کیفیت کو پیدا کئے ہوئے تھے۔

دیوانوں کے لئے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "ہو" "بس" ہوتی ہے، پھر جہاں ہاؤ ہو، شور وغل کے ہنگاموں کا یہ حال ہو سوچا جا سکتا ہے، کہ عقل سوختوں پر ان کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ جاننے پہچاننے والے رفیقوں کیلئے "مجہول مطلق" بن جانے یا بنا دئیے جانے کی زحمت میں رحمت کا جو مخفی پہلو تھا، اب سامنے آیا ـــــ اخذتہ العزۃ بالاثم۔ (پکڑ لیا عزت (کے خیال) نے اس کو گناہ کے ساتھ) کے نفسیاتی نزغ کی جڑ ہی گویا کٹ چکی تھی، مولویت، پروفیسریت، خطابت اور خدا جانے اور کیا کیا بلا اس قسم کے جتنے لفافے اوپر سے چڑھے ہوئے تھے، پھٹ پھٹ کر عرفاتی جھونکوں کی نذر ہو چکے تھے ـــــ کتابوں میں وادیٔ عرفات میں آنے والی عرفاتی ہستیوں کے جو تاریخی اقوال یا نعرے پڑھنے میں آئے تھے ایک ایک کر کے آج یاد آتے چلے جاتے تھے، سب سے زیادہ دھننے والا جس پر سر دھن رہا تھا اور اس راہ کے مشہور راہی فضیل بن عیاض نور اللہ روحہ وضریحہ کے قلب مبارک کی پکار اسی وادی میں اسی دن، ان کی جان کی یہ بے پناہ کراہ، واسوتاہ وان غفرت لی۔ (ہائے رے میری رسوائی خواہ تو مجھے بخش ہی کیوں نہ چکا ہو) یاد آ آ کر تڑپا تڑپا دیتی

تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اُبل اُبل کر فطرت کی باطنی گہرائیوں سے " واحسرتا علیٰ ما فرطت فی جنب اللّٰہ وان کنت لمن السّاخرین۔ (افسوس ہے اپنی ان زیادتیوں پر جس کا اللہ کے پہلو میں مرتکب ہُوا اور تھا مذاق اڑانے والوں میں) کی موجیں آ آ کر ندامت وخجالت میں غوطے پر غوطے دیتی چلی جا رہی تھیں اور کیا کیا بتایا جاوے کہ کن کن پر کیا کیا گزر رہا تھا، اب آفتاب مغربی افق کے آخری کنارے تک پہنچ چکا تھا، کلیجے خون تھے، آفتاب سُرخ تھا حسرت ویاس کی نگاہ سے ۹ ذلحجہ کے اس تاریخی دن کو ہر ایک رخصت کر رہا تھا۔ زندگی بھر کا سودا تھا، جو آج چکایا جا رہا تھا، آنے والوں کو یہاں تک پہنچنے کا موقعہ خدا ہی جانتا ہے کہ کیسے مل گیا تھا۔ کون جانے کہ ختم ہونے کے بعد عرفات کے اس میدان میں مغفرت و آمرزش عام کے اس پاک دن کے گزارنے کا موقعہ ملے گا، بے ساختہ سینوں سے چیخیں نکل رہی تھیں، بلبلانے والے بلبلا رہے تھے، رو رہے تھے، چلّا رہے تھے ——— ■■

وضاحت

● ——— بعض حضرات مساجد میں لاؤڈ سپیکر لگا کر نعت خوانی وغیرہ کے ذریعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا نام صراحتاً استعمال کر کے یا صرف مدرسہ اکوڑہ یا دار العلوم اکوڑہ کے نام سے لوگوں کو اشتباہ میں رکھ کر چندہ جمع کرتے ہیں۔ لہٰذا اہلِ خیر حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ ان حضرات کو دار العلوم حقانیہ کیلئے چندہ نہ دیں۔

● ——— دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کیطرف سے چند مستقل سفیر مقرر ہیں جن کے پاس شناختی کاغذات، مہر شدہ رسیدیں اور روئیداد وغیرہ ہوتی ہیں اور وہ چندہ لیتے وقت ایک ایک پائی کی رسید دیتے ہیں۔

● ——— رقم کی وصولی پر دفتر اہتمام (دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) سے بھی ایک رسید روانہ کی جاتی ہے۔

● ——— دار العلوم حقانیہ کی طرف سے کوئی سفیر غیر ممالک میں نہیں بھیجا گیا، غیر ممالک کے اہلِ خیر حضرات بذریعہ ڈاک دار العلوم کی امداد کر سکتے ہیں۔

سلطان محمود ناظم دفتر اہتمام
دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ـ ضلع پشاور
پاکستان

موتیاروک

● موتیاروک موتیابند کا بلا اپریشن علاج ہے۔
● موتیاروک دھند، جالا، پھولا، ککروں کیلئے بھی بے حد مفید ہے۔
● موتیاروک بینائی کو تیز کرتا ہے اور چشمہ کی ضرورت نہیں رکھتا۔
● موتیاروک آنکھ کے ہر مرض کیلئے مفید تر ہے۔

بیت الحکمت
لوہاری منڈی ـ لاہور

نایاب کتابیں

۱۔ فیض الباری شرح بخاری مکمل قیمت	۵۰ ——— روپے
۲۔ نصب الرایہ مکمل جدید	۵۰ ——— ″
۳۔ مرقاۃ جلد اوّل و دوم	۴۰ ——— ″
۴۔ آثار السنن	۶ ——— ″
۵۔ کتاب حیاۃ الانبیاء	۲/۵۰ ——— ″

ادارہ معارف اسلامیہ
مبارک پورہ سیالکوٹ